مال کی شرعی حیثیت
مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ
مکتبہ وصیۃ العلوم الہ آباد

''مَالْ'': شرعی نقطہ نظر سے

مسلمانوں کا المیہ

شریعت میں جس طرح نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی بحث ہے اور اس کے احکام بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح مال کے متعلق بھی مستقل بحث شریعت میں موجود ہے۔

اور اس کے اکتساب وانفاق کے طرق کا بیان اور اس کے حدود وحقوق مذکور ہیں جس سے مال کی اہمیت اور اس کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔

اور آج کل عام طور پر لوگوں کا حال دیکھ رہا ہوں کہ دین کو سیکھنا اور اس کو اختیار کرنا تو بڑی چیز ہے اس قابل بھی نہیں ہیں کہ دنیا ہی کما لیں۔

اسی بناء پر جس طرح میں اور چیزوں کا بیان کرتا ہوں اسی طرح مال سے متعلق بحث کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ آج بھی اس کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں، شاید آپ لوگوں کے لئے بصیرت کا موجب ہو۔

تحصیل مال فرض ہے

پہلے یہ سمجھئے کہ مال کا شریعت میں کیا درجہ ہے؟

كسب الحلال فريضة بعد الفريضة.

یعنی حلال مال کمانا اور فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں کسب حلال اور تحصیل مال بھی مطلوب بلکہ فرض ہے۔

حقوق کی پامالی: ہلاکت کا پیش خیمہ

اور خصوصیت کے ساتھ مال کے متعلق زیادہ تر گفتگو اس لئے بھی کیا کرتا ہوں کہ لوگ اس

کے حقوق اور حدود کی رعایت بالکل نہیں کرتے، حالانکہ زیادہ تر اسی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔
جس کے پاس مال موجود نہیں ہے وہ تو پریشان حال ہے ہی جس کے پاس موجود ہے وہ بھی پریشان ہے اور ہلاک وتباہ ہو رہا ہے، کوئی تو مال نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہے اور کوئی مال ہونے کی وجہ سے ہلاک ہے۔
اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ اگر کسب نہیں کرو گے، اور مال کے کسب وانفاق (آمدوخرچ) میں حدود وحقوق کی رعایت نہیں کرو گے تو دنیا میں بھی نجات وعافیت نصیب نہ ہوگی، اور اپنے گھر میں بھی چین وسکون کے ساتھ نہیں رہ پاؤ گے۔ ہر طرف سے ناطقہ بند ہو جائے گا اور زندگی تلخ ہو جائے گی۔

ایک مثال

چنانچہ ایک صاحب ابھی حال ہی میں ہمارے پاس بمبئی گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی جائداد لڑکوں کے نام کردی ہے، لڑکوں نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے ان کی بیوی وغیرہ کو نکال دیا اور پھر آپس میں خوب لڑائی ہوئی۔
ان کا حال تو یہ ہے اور پھر مجھ کو اپنے وہاں لے جانا چاہتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کے وہاں چلوں تو میں باہر بیٹھا رہوں گا اور آپ کے گھر میں آپس میں خوب لڑائی ہوگی، اس لئے میں ایسی جگہ کیوں جاؤں۔
پہلے میں نے وہاں جانے کا وعدہ کرلیا تھا لیکن اب نہیں جاؤں گا، کیوں کہ وہاں جانے سے کیا فائدہ جب کہ اب تک ہم تمہارے گھر کو ٹھیک نہیں کر سکے، تو فضول جا کر ہم کیا کریں گے۔ تم جا کے اپنا کام کرو اور ہم کو اپنا کام کرنے دو۔

غفلت کا تعدیہ

یعنی تم غافل لوگ اپنی غفلت میں جا کر خود رہو، ہم لوگوں کو اپنی غفلت میں لے کر غافل مت بناؤ اور جیسا تم کرو گے ویسا پاؤ گے اور دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہی میں اس کا انجام بد پا رہے ہو اور آخر میں جانے کے بعد وہاں وہ وہ عذاب دیکھو گے کہ تم بھی یاد کرو گے اور یہیں

مال اس طرح سے عذاب ہے کہ اسی مال کی وجہ سے تمہاری اولاد تمہاری مخالف ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ جس پر رحم کردیتے ہیں اس کے لئے مال کو صالح بنادیتے ہیں۔

صالحیت رجال اصل ہے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نعم المال الصالح للرجل الصالح.

"یعنی رجل صالح کے لئے مال صالح بہت ہی عمدہ چیز ہے۔"

اگر آدمی صالح ہو جائے تو اس کا مال بھی صالح ہو جائے گا، وہ جہاں بھی رہے گا صالح رہے گا، ہاتھ میں آئے گا تب بھی صالح ہوگا، جیب میں رہے گا تب بھی صالح ہوگا، اور جہاں کہیں رکھا ہوگا صالح رہے گا، اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ؎

مال را بہر دین باشی حمول　　نعم مالٌ صالحٌ گفتا رسول

یعنی اگر مال کو دین کے واسطے لئے ہو تو ایسے ہی مال کے بارے میں حضورؐ نے "نعم مال صالح" (نیک آدمی کے لئے اس کا اچھا اور پاکیزہ مال بہترین متاع حیات ہے) فرمایا ہے۔

مال کا تحفظ بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَاتُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا.

یعنی سفہاء کو اپنے اموال مت دو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قوام زندگی بنایا ہے۔

اس آیت سے سفیہوں (نادانوں) کو مال دینا حرام ہوا اور اس کی وجہ مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ سفیہ ہونے کی وجہ سے، وہ مال کا انتظام نہیں کر سکتے اس لئے اگر ان کو مال دیا جائے گا تو اس کو ضائع کردیں گے۔

معارف ومسائل

اس سے پہلے یتیموں کے احکام کا ذکر ہے اور انہیں احکام میں سے یہ بھی ہے کہ ان کا

جو مال تمہارے قبضے میں ہے ان کو مت دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قوام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔

یہ قرآن کی آیت پڑھ رہا ہوں اور اس کے متعلق کچھ آج کہنا چاہتا ہوں اس لئے کہ یہ سب آیتیں قرآن میں موجود ہیں لیکن کسی مولوی کو میں نہیں دیکھتا ہوں کہ ان کا بیان کرتا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت شد و مد سے اس کا بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی آیت میں فرما رہے ہیں کہ مال کو اللہ نے قوام زندگی بنایا ہے یعنی تمہارے معاش کا مدار اسی پر رکھا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ "وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ" یعنی ان سفہاء کو رزق دو یعنی ان کے کھانے پینے پہننے کا انتظام کردو، مگر مال کا مالک ان کو مت بناؤ۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ:

ای جعلوها مکانا لرزقهم و کسوتهم بأن تتجروا وتزکوا حتی تکون نفقاتهم من الربح لامن صلب المال لئلا یاکله الانفاق.

(یعنی ان کے کھانے اور پہننے کا انتظام کرو بایں طور کہ (یتیموں کا مال) تجارت میں لگادو تاکہ اس کے نفع سے ان کے اخراجات پورے ہوں نہ کہ اصل سرمایہ سے تاکہ ان کا مال محفوظ رہے، کھا کر ختم نہ کرڈالیں۔)

مطلب یہ کہ اس میں تجارت کرو یہاں تک کہ ان کے نفقات نفع سے پورے ہونے لگیں اور اصل مال باقی رہے تاکہ وہ نفع سے کھاویں اور اصل مال کھا کر ختم نہ کرڈالیں۔

دیکھئے مفسرین اس کی کیا تفسیر فرما رہے ہیں۔ اب کوئی شخص محض ترجمہ جاننے سے اس تفسیر تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور اس کے فہم کی رسائی یہاں تک کیسے ہوسکتی ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جب تک نابالغ رہیں گے یا سفیہ ہوں گے تو ان کا مال ان کو نہیں دیا جائے گا، بلکہ تجارت کے ذریعہ اس کو بڑھایا جائے گا اور اس کے نفع سے ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کیا جائے گا، پھر جب بالغ ہوجائیں گے اور رُشد کو پہنچ جائیں گے تب ان کا مال ان کو دے دیا جائے گا۔

مسلمانوں کا حال

اس سے مال کے بارے میں کیسا اہتمام اور کس قدر انتظام معلوم ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو سکھایا ہے اور لوگوں نے اس کو سیکھا ہے یعنی مال کے کسب کے متعلق بھی احکام ہیں اور اس کے خرچ کے متعلق بھی۔

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مال نہ ہونے کی وجہ سے بھی پریشان ہیں اور مال ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ پریشان ہیں۔

اور یہ دونوں قسم کے لوگ ہمارے پاس بھی آتے ہیں اور ہم کو بھی پریشان کرتے ہیں، ان سے میرا سابقہ رہتا ہے، اس لئے کہہ رہا ہوں۔

صالحیت رجال بہتر ہے نہ کہ مالداری اور فقیری

حدیث شریف میں آتا ہے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ افروز ہوئے اس حال میں کہ آپؐ کے سر کے بالوں میں پانی کی تراوٹ تھی۔

اور چوں کہ حضور اقدسؐ اس وقت بہت منشرح تھے اور آپ کی طبیعت بہت خوش تھی اس کو صحابہؓ نے محسوس کیا جیسا کہ آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اس وقت تو آپ بہت ہی خوش نظر آرہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ صحیح کہتے ہو۔

اس کے بعد لوگوں میں غناء اور مالداری کی بات ہونے لگی، آپؐ نے فرمایا کہ:

لابأس بالغنیٰ لمن اتقیٰ اللّٰہ عزوجلّ. یعنی غناء میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اور یہ بھی سمجھ لو کہ متقی آدمی کو اگر صحت وعافیت حاصل ہو تو یہ صحت اس کے لئے تقویٰ کے ساتھ مالداری سے بھی بہتر ہے۔

(یعنی اگر کوئی شخص بیمار رہتا ہے تقویٰ کے ساتھ اسی طرح اگر کوئی شخص غنی تو ہو مگر تقویٰ نہ ہو تو اس سے بہتر وہ شخص ہے جو فقیر ہو اور اس کو صحت وعافیت حاصل ہو، مطلب یہ کہ صحت

وعافیت غنیٰ سے بڑھ کر ہے۔)

اور نفس میں خوشی وانشراح کا ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے (یعنی انسان کا ہر حال میں خوش رہنا اور منشرح رہنا یہ حالت منجملہ خدا کی بخششوں کے ہے جس کو اللہ تعالیٰ عطاء فرماویں وہ بہت ہی خوش نصیب ہے)

فائدہ: (۱) دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ارشاد فرمایا کہ غناء میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر اس کی شرط تقویٰ کو بیان فرمایا یعنی اگر آدمی متقی ہو تو اس کے لئے مالدار ہونا برا نہیں ہے۔ اس لئے کہ مال فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے، کوئی سانپ اور بچھو نہیں ہے کہ آدمی کو ڈس ہی لے بلکہ اس کے تو جان بھی نہیں ہے محض ایک بے جان سی شی ہے۔

(۲) اور آدمی جب متقی ہے یعنی اس کو خدا کا اور آخرت کا خوف ہے تو وہ اس کو حلال اور جائز طریقہ سے کسب کرے گا اور جائز محل میں اس کو صرف کرے گا یعنی جب کہ وہ حقوق مال ادا کرے گا اور سب کے حقوق کی رعایت کرے گا تو پھر ایسے مال میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر حقوق ادا نہ ہوں گے تو یہی مال دشمن ثابت ہوگا۔ چنانچہ اسی مال کی وجہ سے ایک دوسرے کو زہر تک دیدیتے ہیں، اکثر حالات لوگوں کے اسی قسم کے دیکھتا ہوں۔

(۳) یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ "لابأس بالغنیٰ لمن اتقیٰ الله" یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے غناء میں کچھ مضائقہ نہیں، ہمارے مدعیٰ کے لئے یہ ارشاد کافی ہے لیکن ہم اور دوسری روایات سے بھی اس کی توضیح وتشریح کرتے ہیں۔

تین باتیں

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین باتیں تو ایسی ہیں کہ میں ان پر قسم کھا سکتا ہوں اور ایک اور بات بیان کرتا ہوں تم لوگ اس کو سن کر یاد کرلو۔

جن تین باتوں پر قسم کھا سکتا ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں:

(۱) ''کسی انسان کا مال آج تک صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوا۔''

یعنی صدقہ دیتے وقت یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اس سے مال کم ہوجائے گا اور شیطان اس وسوسہ کے ذریعہ انسان کو اس سے باز رکھ سکتا ہے۔

تو سن لو! کہ آج تک کوئی مثال ایسی نہیں پائی گئی کہ آدمی نے خدا کی راہ میں مال خیرات کیا ہو اور اس کی وجہ سے اس کا مال ختم ہوگیا ہو اور وہ فقیر ہوگیا ہو۔

یہ تو ظاہر ہے کہ صدقہ کرے گا تو مال صرف ہوگا، پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یا تو اس کو دوسرا مال ملے گا یا اسی مال میں برکت زیادہ ہوجائے گی۔

(۲) اسی طرح کسی انسان نے ظلم کئے جانے کے بعد صبر سے کام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت اور بڑھادی اور اس کو پہلے سے زیادہ معزز بنادیا۔

(۳) کسی شخص نے سوال کا دروازہ نہیں کھولا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا ہے۔

چار طرح کے اشخاص

اب وہ بات سنو جس کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور تم سے یاد کرنے کو کہہ رہا ہوں وہ یہ کہ اہل دنیا چار طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہے اور علم بھی عطاء فرمایا ہے، پس علم کی وجہ سے مال کے بارے میں خدا سے ڈرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مال میں حق مال یا حق علم ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

یہ شخص مرتبہ میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور افضل منازل (بہترین مقام) پر فائز ہے۔

(۲) دوسرا شخص وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم تو دیا ہے مگر مال نہیں دیا تو یہ شخص بوجہ علم دین ہونے کے اپنی نیت درست کرلیتا ہے اور یہ سوچتا ہے اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو فلاں دیندار مالدار کی طرح اچھے اچھے دینی کاموں میں اس کو صرف کرتا۔

تو اس کا اور اس شخص کا جو پہلے درجہ والا ہے اجر یکساں ہے ایک کو عمل صالح کرنے کا

اور دوسرے کو اس کی حسن نیت کا۔

(۳) تیسرا وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال تو دیا ہے مگر علم نہیں عطاء فرمایا، تو وہ علم کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں اندھا دھند تصرف کرتا ہے۔

یعنی اس کو خوب اچھی طرح سے اپنے نفس کی شہوات ولذات میں اور مناہی اور ملاہی میں صرف کرتا ہو، نہ اس میں اس کو خدائے تعالیٰ کا ڈر ہو اور نہ صلہ رحمی کرتا ہو اور نہ کسی طرح کا حق مال ادا کرتا ہو۔

عبرت وبصیرت

چنانچہ آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ جن کے پاس مال ہے وہ اپنی اولاد سے جوتے کھا رہے ہیں، اور " خَبطَ خَبُطُ الْعَشْوىٰ " کے مصداق ہیں یعنی بالکل خبطی بنا ہوا ہے، اس لئے کہ علم اور بصیرت تو ہے نہیں جو کہ مال کے زہر کا تریاق ہے۔

علم ہی مال کا مصلح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو علم کا معین بتایا ہے مال ایک زہر ہے مگر جس طرح سنکھیا مدبّر کرنے کے بعد مفید ہو جاتا ہے اور اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح مال کے ساتھ جب علم کی روشنی اور بصیرت شامل ہو جاتی ہے تو اس کو مدبر کر کے مفید بنا دیتی ہے۔

چنانچہ صحابہؓ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا یعنی مال بھی حاصل کیا اور اس کو مفید بھی بنایا۔

(۴) اور چوتھا شخص وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اس کو مال دیا ہے اور نہ علم ہی عطا فرمایا ہے اس لئے وہ شخص یہ کہتا ہے کہ کاش اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں فاسق وفاجر کی طرح میں بھی خوب گلچھرے اڑاتا۔

تو چونکہ اس شخص کا عزم یہ ہے لہٰذا یہ شخص اور جو اُن برائیوں کو کرنے والا ہے دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

علم وتقویٰ مطلوب ہے اس کے بغیر سب کچھ مذموم ہے

دیکھئے یہاں جس شخص کا مرتبہ سب سے افضل بیان کیا گیا ہے وہ ایسا شخص ہے جس

کے پاس علم کے ساتھ مال بھی تھا پس مال کو زیادتی مرتبہ میں دخل ہوا، یعنی وہ معین بنا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہونے میں۔

لہٰذا مال کو مطلقاً مذموم کیسے کہا جا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ مال اور دنیا مطلقاً مذموم نہیں بلکہ ان کا سوء استعمال مذموم ہے یعنی یہی دنیا اگر کفر وفسق اور برائی کا سبب بن جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی شی منحوس و مذموم نہیں۔

اور اگر اسی دنیا کو ایمان واطاعت کا، تقویٰ وطہارت کا، اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت کا موطن ومحل بنالیا جائے تو اس کے عمدہ ہونے میں کیا کلام ہے۔

اس حدیث میں علم اور مال دونوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پس جہاں جہاں مذمت آئی ہے تو اس وجہ سے ہے کہ اس کو علم نہیں تھا ورنہ مال کے ساتھ ساتھ اگر علم بھی ہوا ہے تو اس نے اس میں چار چاند لگا دیا ہے اور انسان کو افضل منازل پر پہنچا دیا ہے۔

پس اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "لابأس بالغنیٰ لمن اتقیٰ اللہ عزوجلّ" (جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کی مالداری میں دین کا کوئی حرج نہیں) کی پوری شرح بیان ہوگئی۔ اس کو آپ نے سنا۔

تقویٰ کے ساتھ دار دنیا محمود ہے

اب اس کی مزید شرح کرتا ہوں اس کو بھی سنئے! نصوص میں دنیا کی مذمت بھی آئی ہے اور اس کی مدح اور مطلوبیت بھی نصوص ہی سے معلوم ہوتی ہے۔

پس دنیا کی مذمت جہاں کہیں آئی ہے اس کا محل اور ہے اور جہاں کہیں مدح آئی ہے اس کا محل اور ہے، اگر اس دنیا میں رہ کر کوئی شخص ایمان اور عمل صالح اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بنا رہے تو اس کے لئے یہ دنیا بہترین دار ہے۔ جیسا کہ صاحب روح المعانی اس کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ:

نَعَمْ هی نعمتِ الدار لمن تزود منها لآخرته. (یعنی دار دنیا اس شخص کے لئے بہترین دار ہے جو یہاں رہ کر اس سے آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔

اور آخرت کا توشہ یہی ایمان اور عمل صالح ہے اور صاحب روح المعانیؒ یہ بھی فرماتے ہیں:

ولاأریٰ الاستدلال علی رداء ة الدنیا الاالاستدلالا فی مقام الضرورة.

(دنیا کی مذمت پر (اس حدیث سے) استدلال میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ یہ استدلال بر بنائے ضرورت ہو)

جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی مذمت جہاں کہیں بھی آئی ہے وہ مقام ضرورت میں آئی ہے، میں اس کی بھی شرح کرتا ہوں اس کو سنئے! شاید آپ کی سمجھ میں آجائے۔

تقویٰ کے بغیر دنیا مذموم ہے

دنیا کی مذمت اس لئے ہے کہ دنیا سے بڑھ کر آخرت ہے، دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء۔ دنیا میں آدمی اس لئے آیا ہے کہ یہاں رہ کر آخرت کی تیاری کرے اور وہاں کے لئے توشہ تیار کرے۔

پس اگر کوئی شخص اس میں پڑ کر آخرت کو اور اللہ تعالیٰ ہی کو بھول جائے اور دنیا میں انہماک اس قدر بڑھ جائے کہ اسی کو مقصود بنالے، اور اس کی مقصودیت کے سبب آخرت کو بالکل نسیاً منسیا کردے۔ آخرت اس کو بھول کر بھی یاد نہ آوے بلکہ آخرت کا انکار ہی کرنے لگے تو ظاہر ہے یہ کس قدر مذموم ہے۔

پس انہماک فی الدنیا اس درجہ کو پہنچ جائے کہ آخرت کا انکار ہی کرنے لگے جیسا کہ کفار نے اسی وجہ سے آخرت کا انکار کیا، نیز جنت کا، وہاں کی نعمتوں کا، حساب وکتاب کا، جزا وسزا کا، ان چیزوں کا انکار کیا اور دنیا کو باقی سمجھنے لگے تو یہ درجہ کفر کا ہے۔

بلکہ یہاں کفر در کفر ہے، ایک کفر یہ کہ آخرت کا انکار کیا اور دوسرا کفر یہ کہ دنیا کے بقاء کا اعتقاد کیا۔

قرآنی تمثیل

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں ایک کافر کا حال بیان فرمایا ہے جو کہ اپنے باغ میں اپنے مسلمان بھائی سے یہ کہتا ہوا داخل ہوا کہ:

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَراً وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ.

یعنی میں تم سے مال میں زیادہ ہوں اور میرا مجمع بھی بڑا ہے، اور اپنے باغ میں داخل ہوا دراں حالے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ:

ای ھو ضارٌ لنفسہٖ بکفرہ حیث عرضھا للھلاک ونعمتھا للزوال.

یعنی اپنے کفر کے سبب وہ خود اپنے ہی کو ضرر پہنچانے والا تھا اس لئے کہ اپنے کو ہلاکت کے لئے پیش کیا اور اپنی نعمت کو معرض زوال میں ڈالا۔

مطلب یہ کہ اسی کفر وانکار کی وجہ سے خود بھی ہلاک اور مستحق نار ہوگا اور اس کا باغ جس پر اتراتا ہے وہ بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔

انہماک فی الدنیا میں پختگی اور عروج

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کا زبردست وعظ ہے، اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں کسی کا کلام نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی واعظ ایسا بیان کرسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے کی حالت ہی میں باغ میں داخل ہوا، اور یہ کہتا ہے کہ:

(۱) وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ اَبَدًا.

یعنی میں نہیں گمان کرتا ہوں کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا۔

اور یہ کہتا ہے کہ:

(۲) وَمَااَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً .

یعنی میں قیامت کو قائم ہونے والی نہیں گمان کرتا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اپنے باغ کو دیکھ کبر ونخوت کی وجہ سے یہ کلمات اس نے کہے کہ نہ تو یہ باغ ہی ہلاک ہوگا اور نہ قیامت ہی قائم ہوگی اور یہ کہا کہ:

(۳) وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا .

یعنی اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کے پاس لوٹا یا گیا تو وہاں

اس سے بہتر پاؤں گا۔

یہی انہماک فی الدنیا ایسا ہے جو مذموم ہے اور ایسے ہی دنیا داروں کے بارے میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ؎

اہل دنیا چہ کہیں وچہ مہیں　　لعنة الله عليهم اجمعين

یعنی اہل دنیا خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب پر خدا کی لعنت ہو۔

اور آگے اس کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ:

اہل دنیا کافران مطلق اند　　روز وشب در زق زق ودر بق بق اند

یعنی اہل دنیا کافر مطلق ہیں اس لئے کہ دن رات زق زق، بق بق میں رہتے ہیں۔

وعظ کے لئے قرآنی موضوعات

اللہ تعالیٰ نے قیامت کا بیان، جنت ودوزخ کا بیان، آخرت کا بیان اور دنیا کی ناپائیداری وبے ثباتی کا بیان جس قدر فرمایا ہے کسی اور چیز کا اتنا ذکر نہیں فرمایا ہے، اس لئے واعظین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کا بیان کریں۔

بغیر اس کے مسلمانوں کو آخرت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا اور جب تک آخرت قلب میں آوے گی نہیں اس وقت تک کوئی وعظ اور کوئی نصیحت کام نہیں کرسکتی۔

آج اسی چیز کو تہ کرکے رکھ دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے قوم جن حالات سے گذر رہی ہے اس حال پر ہم لوگوں کو رونا آتا ہے اور آپ کو تو اس کا احساس بھی باقی نہیں رہا۔

نزول قرآن کے مقاصد

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی خوب خوب بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی لئے اتارا ہے اور ایسا بیان فرمایا ہے کہ بغیر مجاہدہ کے آپ خدا تک پہنچ جائیں۔

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں سب چیزیں موجود ہیں مگر اتفاق سے ہم ایسے نہیں رہ گئے ہیں کہ قرآن شریف کی چیزوں کو اور اس کی آیتوں کو آپ کے سامنے پیش کریں۔

قرآن کریم کامیابی کا ضامن ہے

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اگر اس کو پڑھو اور سمجھو تو کامل ایماندار ہو جاؤ، قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے، قیامت کی معرفت کے لئے، جنت و دوزخ کی معرفت کے لئے نازل فرمایا ہے۔

نیز آخرت کی معرفت کے لئے اور دنیا کی معرفت کے لئے قرآن اتارا گیا ہے، اور جتنے معارف ہیں ان سب کا قرآن ضامن ہے۔

جب تک کوئی شخص قرآن کریم سے تمسک کر کے آپ کو معرفت نہیں سکھائے گا تو وہ کبھی کچھ نہیں سکھا سکتا اور جن لوگوں نے سکھایا ہے، انھوں نے قرآن شریف کو اپنا امام بنایا ہے، اس لئے آپ بھی اس کو اپنا امام بنائیے۔

دنیا کی ناپائیداری

یہ کہہ رہا ہوں کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ایسا بیان فرمایا ہے اور جو کفار دنیا میں منہمک ہیں ان کی ایسی مذمت فرمائی ہے اور ان کے اقوال کو ایسا ایسا رد فرمایا ہے کہ اس کے بعد ان سب چیزوں سے نفرت ہو ہی جاتی ہے۔

مگر ہم آپ کے سامنے ان چیزوں کو پیش نہیں کر سکتے اور اگر پیش کریں تو آپ اس کے لئے تیار نہیں، اور پھر مجھ کو اپنے وہاں لے جانا بھی چاہتے ہیں تا کہ غافلوں میں جا کر میں بھی غافل ہو جاؤں۔

دیکھئے یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ میں تو آپ کو ذاکر بنانا چاہتا ہوں اور آپ لوگ مجھ کو غافل بنانا چاہتے ہیں۔

☆☆☆